# انسانی جان اور جسم کے خلاف جرائم کی سزا

## اسلامی قانون میں!

(۶)

## اعضاء کا کاٹ دینا یا ان کی افادیت کا ختم ہو جانا[1]

(ڈاکٹر عبدالعزیز عامر ۔ ترجمہ: معروف شاہ شیرازی)

جس جرم کے نتیجے میں متضرر کے جسم کا کوئی عضو کٹ جاتا ہے یا اس کی افادیت اور کارکردگی جاتی رہتی ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں کبھی تو اس کا ارتکاب عمداً ہوتا ہے اور کبھی سہواً، اور اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ قتل سے کمتر جرائم میں "شبہ عمد" کا درجہ ہے یا نہیں؟ یہاں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے

---

[1] جدید قانونی اصطلاحات میں اعضاء کے کٹنے اور یا ان کی افادیت کو مستقلاً ختم کر دینے کو دائمی مضرت اور نقص (PERMANENT INFIRMITY) شمار کیا جاتا ہے۔ مصری قانون تعزیرات کی دفعہ ۲۴۰ میں اس پر بحث کی گئی ہے اور اس میں ان جرائم کی سزا کا بھی ذکر ہے۔ مثلاً کسی عضو کا کاٹ دینا، جسم سے جدا کر دینا، اس کی افادیت اور منفعت کا ختم کر دینا، بینائی کا زائل کر دینا، ایک آنکھ کا ضائع ہو جانا وغیرہ۔ ان تمام جرائم کی نوعیت ایسی ہی ہے جیسے اسلامی قانون میں اعضاء کے کٹ جانے اور ان کی افادیت کے ختم ہو جانے سے متعلق جرائم کی ہے۔ مذکورہ بالا دفعہ تصریح کرتی ہے کہ "جس کسی نے بھی کسی دوسرے کو زخمی کیا یا کوئی ایسی ضرب پہنچائی جس سے کوئی عضو کٹ گیا یا جدا ہو گیا یا اس کی افادیت اور منفعت جاتی رہی یا اس کے نتیجے میں بصارت جاتی رہی، یا ایک آنکھ پھوٹ گئی، یا اس کے نتیجے میں شخص متضرر کے جسم میں کوئی ایسا نقص پیدا ہو گیا جس کا ازالہ محال ہو گیا ہو، تو ایسے شخص کو تین سال سے لے کر ۵ سال تک سزائے قید دی جا سکتی ہے لیکن اگر مارنے اور زخمی کرنے سے پہلے مجرم ارتکاب گناہ پر مصر بھی تھا یا اس کی تاک میں تھا تو اسے تین سال سے لیکر ۱۰ سال تک قید بامشقت کی سزا دی جا سکتی ہے۔"

فقہاء کے اس اختلاف کو بیان کر دیا جائے۔ اور اس کے بعد پھر ان شرائط کا بیان ہو گا جو نفاذ قصاص کے لیے ضروری ہیں اور اگر وہ نہ پائی جائیں تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے۔ آخر میں ان جرائم کا حکم بیان ہو گا، جن کا ارتکاب اگرچہ عمداً ہوتا ہو لیکن ان میں قصاص نافذ نہیں ہوتا یا جن کا ارتکاب بلا ارادہ خطأً ہوتا ہے۔

کیا ان جرائم میں شبہ عمد کا درجہ ہے؟ ایسے جرائم جن میں شخصِ متضرر کے جسم کا کوئی عضو کٹ جائے، یا اس کی افادیت ختم ہو جائے، شبہ عمد کا درجہ موجود ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ ایک فریق کی رائے یہ ہے کہ ان میں بھی شبہِ عمد کا درجہ ہے اور ایک کا خیال ہے کہ نہیں ہے

جُرم کے نتیجے میں واقع ہونے والے زخم سے اگر متضرر کے جسم کا کوئی عضو کٹ جائے یا عضو کی صورت تو باقی رہے لیکن اس کی افادیت ختم ہو جائے اور جُرم کا ارتکاب، حالتِ غضب میں، ایسی ضرب کے ذریعہ ہوا ہو جو بالعموم زخمی کر دیتی ہے، تو تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر مُجرم نے اس متضرر کو مارنے کا ارادہ کیا تھا تو یہ جرم جرمِ عمد ہو گا۔

اختلاف اس صورت میں ہے کہ جُرم میں ایسے آلات کا استعمال ہُوا ہو جو بالعموم زخمی نہیں کرتے مثلاً تھپڑ یا کوڑا وغیرہ۔ یا صورت یہ ہو کہ مجرم سے جُرم کا ارتکاب مذاق، کھیل یا تادیبی سزا کے دوران ہو گیا ہو۔ مثلاً یوں کہ ایک شخص نے کسی کو تھپڑ مارا اور اس سے متضرر کی آنکھ پھٹ گئی۔

جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ ایسے حالات میں جُرم شبہ عمد کے درجے میں ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسے حالات میں قصاص نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی جگہ دیتِ مُغَلّظہ (HARD BLOOD MONEY) واجب ہوتی ہے۔ عراقی فقہاء نے امام مالکؒ کا یہی مسلک نقل کیا ہے لیکن آپ کی مشہور رائے یہ ہے کہ اگر باپ بیٹے کو سزا دے تو اس صورت میں تو اس جُرم کو شبہ عمد کہا جائے گا لیکن دوسری صورتوں میں یہ جرم عمد ہو گا

امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ قتل سے کم درجے کے جرائم میں "شبہ عمد" کا وجود نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف قتل میں ہوتا ہے۔[۱]

---

[۱] ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ج ۲ ص ۴۰۴، ۴۱۳ – المغنی، ابن قدامہ، ج ۹ ص ۴۲۹ – طمانچے سے بینائی ختم ہو جانے کے ضمن میں لکھتے ہیں: "قاضی کہتے ہیں کہ اس میں قصاص نہیں ہے الا یہ کہ طمانچے سے بالعموم آنکھ کا بیشتر حصہ تلف ہو جاتا ہو۔ اور

**وہ عمدی جرائم جن میں قصاص نہیں ہوتا** اس سے قبل یہ کہا جا چکا ہے کہ قتل سے کم درجے کے جرائم اگر عمدی ہوں تو ان میں قصاص واجب ہوتا ہے۔ اس طرح مجرم اگر متضرر کے خلاف ایسے جرم کا عمداً ارتکاب کرے جس سے اس کا کوئی عضو کٹ جائے یا اس کی ظاہری شکل تو اپنی جگہ بحال رہے لیکن اس کے منافع جاتے رہیں، تو اس صورت میں مجرم سے قصاص لیا جائے گا اور اس کے جسم کو اسی قدر نقصان پہنچایا جائے گا جتنا متضرر کو اس کے فعل کی وجہ سے پہنچا۔

لیکن اس کے باوجود نفاذِ قصاص کی کچھ ضروری شرائط بھی ہیں، جن کا پایا جانا لازمی ہے۔ اور اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو قصاص کی سزا نافذ نہ ہوگی۔ ان شرائط میں سے اہم ترین شرائط یہ ہیں کہ دونوں اعضاء کے درمیان مماثلت ہو اور اس بات کا امکان ہو کہ جرم کے نتیجے میں جو نقصان متضرر کو پہنچا بعینہٖ اسی قدر نقصان مجرم کو پہنچایا جا سکے۔

یہاں یہ مناسب ہے کہ ان دونوں شرائط پر علیحدہ علیحدہ بحث کی جائے اور مثالوں کی مدد سے واضح کیا جائے کہ کن کن صورتوں میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں اور اس کے نتیجے میں قصاص ساقط ہو جاتا ہے۔

**مماثلت کا نہ پایا جانا** قتل سے کم درجے کے جرائم میں قصاص کے نفاذ کے لیے مماثلت شرط ہے۔ اگر مماثلت نہ پائی جاتی ہو تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔ مثلاً مجرم متضرر کا کوئی عضو کاٹ دیتا ہے یا جرم کے نتیجے میں اس کی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اتفاق ایسا ہے کہ یہ عضو مجرم کے جسم میں موجود ہی نہیں ہے۔ مثلاً جرم کے نتیجے میں متضرر کا بایاں ہاتھ کٹ جائے اور مجرم کا بایاں ہاتھ پہلے سے کٹا ہوا ہے۔ اب ہم قصاص میں اس کا دائیاں ہاتھ کاٹ سکتے ہیں نہ اُسے شل کر سکتے ہیں، کیونکہ دائیاں ہاتھ کسی طرح بھی بائیں ہاتھ کے برابر اور مماثل نہیں ہے۔ نہ محل (نفع

---

۴۔ اگر اس سے بالعموم آنکھ کا بیشتر حصہ نہ جاتا ہو بلکہ اتفاقاً کہیں تلف ہو گیا ہو تو وہ شبہ عمد تصوّر ہوگا اور اس میں قصاص نہ ہوگا۔ یہی رائے امام شافعیؒ کی ہے۔ کیونکہ اس فعل سے بالعموم ایسا نقصان نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس میں قصاص واجب نہ ہوگا جس طرح قتل کی صورت میں شبہ عمد میں قصاص نہیں ہوتا۔ لیکن ابوبکر کہتے ہیں کہ ان جرائم میں تمام حالات میں بھی قصاص واجب ہوگا کیونکہ آیت العین بالعین "آنکھ کے بدلے آنکھ" عام ہے۔ نیز طمانچے سے جب آنکھ کی پُتلی بہہ نکلے تو اس کی حیثیت زخم کی ہو جاتی ہے اور زخم میں نفاذ قصاص کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی عضو کے اتلاف پر بھی منتج ہو۔

کے لحاظ سے اور نہ منافع اور افادیت کے نقطۂ نظر سے۔ اگر ہم اس میں قصاص جاری کریں تو یہ بےحد ظلم ہوگا۔ یہی حکم ہے ان تمام صورتوں کا جن میں مجروح کے وہ اعضاء جرم کا نشانہ بنیں جو مجرم کے جسم میں موجود نہ ہوں۔

نیز جرم کا وقوع اگر خلقی طور پر "زائد عضو" پر ہو، مثلاً چھٹی انگلی پر، تو اس میں بھی قصاص جاری نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ ایک زائد عضو کسی اصلی عضو کے مماثل اور برابر نہیں ہو سکتا۔ اس کے برعکس اگر مجرم نے اصلی عضو کاٹا ہو تو نفاذ قصاص میں اصلی ہی کاٹا جائے گا، زائد پر قصاص نافذ نہ ہوگا کیونکہ یہ زائد عضو، اصلی عضو کے مماثل اور برابر نہیں ہے۔ نیز کسی زائد عضو کے بدلے کسی زائد عضو کو بھی تب کاٹا جائے گا جب وہ محل اور خلقت دونوں کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مماثل ہوں۔ اگر وہ کسی حیثیت میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں تو بھی قصاص نافذ نہ ہوگا۔

اگر مجرم اور متضرر دونوں اس پر مصالحت کریں کہ کٹے ہوئے عضو کے بدلے میں کوئی ایسا عضو کاٹ لیا جائے جو نوعیت، محلِ وقوع اور منافع میں ضرر رسیدہ عضو سے مختلف ہو تو یہ سمجھوتہ قانوناً کالعدم ہوگا۔ کیونکہ یہ جرائم قابلِ راضی نامہ نہیں ہیں۔ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو قتل کرے۔ یا اپنے اعضاء کو ضرر پہنچائے۔ لہٰذا اس کی اجازت سے کوئی دوسرا شخص بھی اس کے جسم پر ان مضرتوں کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ یہ جرائم حقوق اللہ کے خلاف سرزد ہوتے ہیں اور اللہ نے جان اور نفس کا احترام ضروری قرار دیا ہے۔ لہٰذا اسی کے قانون کے مطابق ہی فیصلہ ہوگا۔

اگر ضرر رسیدہ عضو شل ہو تو اس کے بدلے میں صحیح ہاتھ کو نہ کاٹا جائے گا۔ یہی حکم ہے ان تمام اعضاء کا جن میں مماثلت نہ پائی جاتی ہو۔ مثلاً ضرر رسیدہ ہاتھ کی انگلیاں ناقص ہوں تو اس کے بدلے ایسا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا جس کی انگلیاں صحیح و سالم ہوں[1]۔

---

[1] تفصیلات کے لیے دیکھیے: الکاسانی، ج، ص ۲۹۷ اور اس کے بعد ــــ تبیین الحقائق شرح الکنز، زیلعی، ج ۶ ص ۱۱۱ اور اس کے بعد ــــــــــــ بدایۃ المجتہد ابن رشد، ج ۲ ص ۳۴۱ ــــ الاحکام السلطانیہ، الماوردی، ص ۲۲۱ ــــ کشاف القناع عن متن الاقناع ج ۳ ص ۳۸۰ اور اس کے بعد انہوں نے بتایا ہے کہ دونوں اعضاء میں نام اور محل دونوں کے لحاظ سے مماثلت ضروری

جہاں جُرم کے مطابق پُورا بدلہ لینے کا امکان نہ ہو | اگر عضو جوڑوں سے نہ کٹا ہو، یا کوئی ایسی حد نہ ہو جہاں قطعِ عضو کا عمل رک جائے، تو اس صورت میں بھی اس شخص سے قصاص نہ لیا جائے گا، جس نے اس عضو کو کاٹ دیا تھا یا اس کی منفعت ختم کر دی تھی۔ کیونکہ قصاص میں یہ ضروری ہے کہ مجرم کو صرف اسی قدر مضرت پہنچائی جائے جس قدر ضرر اس سے شخص متضرر کو پہنچا اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہاتھ جوڑ سے کاٹا جائے یا ایسی جگہ سے جہاں کاٹنے کی ایک معروف حد ہو۔

مثلاً بعض اعضاء ایسے ہیں کہ اگر وہ جرم کے نتیجے میں کٹ جائیں تو ممکن نہیں ہے کہ ایسا ہی نقصان مُجرم کو پہنچایا جاسکے۔ ناک کی ہڈی (NASAL BONE) ہتھیلی، نصف بازو (LOWER ARM)، نصف

---

ٹبے۔ اور صحت اور کمال کے لحاظ سے بھی دونوں کا مماثل ہونا ضروری ہے۔ انہوں نے ان کو دو مختلف شرطیں قرار دیا ہے لیکن یہ دونوں دراصل ایک ہی شرط، یعنی مماثلت کی دو صورتیں ہیں۔ ـــــــــ المغنی، ابن قدامہ، ج ۹ ص ۴۳۰ اور اس کے بعد۔ لکھتے ہیں کہ اکثر اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ دائیں کے بدلے بایاں اور بائیں کے بدلے دایاں نہ کاٹا جائے گا۔ امام مالکؒ، شافعیؒ، اہل الرائے (حنفیہ) اور حنابلہ سب کی یہی رائے ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا ایک علیحدہ نام ہے لہٰذا ایک کے بدلے دوسرا نہ کاٹا جائے گا جیسا کہ ہاتھ کے بدلے پاؤں نہیں کاٹا جاتا۔ وہ یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ ابن سیرین اور شُریک کا یہ خیال ہے کہ دائیں کے بدلے بایاں اور اس کا عکس قصاص میں لیا جائے گا کیونکہ تخلیق اور منافع میں یہ دونوں مساوی ہوتے ہیں۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ جمہور کا قول یہی ہے کہ شل اور بے کار عضو کے بدلے صحیح نہ کاٹا جائے گا البتہ داؤد ظاہری اسے واجب سمجھتے ہیں کیونکہ صحت رساں اور ضرر رسیدہ دونوں اعضاء کو ہاتھ کہا جاتا ہے۔ لہٰذا کانوں کی طرح شل کے بدلے صحیح کاٹا جائے۔ ابن قدامہ داؤد کی تردید کرتے ہوئے یہ قرار دیتے ہیں کہ شل عضو میں خوبصورتی کے سوا کوئی اور افادیت نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے بدلے کسی سُود مند عضو کو نہ کاٹا جائے گا۔ مثلاً ایک ہاتھ ایسا ہے جو سیدھا کھڑا ہے مُڑ نہیں سکتا۔ اس کے بدلے صحیح ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ رہا داؤد ظاہری کا قول تو وہ قیاس پر مبنی ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ سرے سے قیاس کے قائل ہی نہیں۔ کیونکہ اگر دو آنکھیں صحت اور بینائی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں تو اس صورت میں قصاص واجب نہیں ہوتا حالانکہ آنکھ کا حکم منصوص ہے "العین بالعین" لہٰذا غیر منصوص اعضاء میں بطریقِ اولیٰ واجب نہ ہوگا۔

ٹلنگ، نصف بالائی بازو (UPPER ARM) یا مقعد۔ ان میں قصاص نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص نے دوسرے کے بازو پر تلوار ماری اور اُسے کاٹ دیا لیکن بازو جوڑ کے بجائے دوسری جگہ سے کٹا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت کا حکم دیا۔ شخص متضرر نے اصرار کیا کہ وہ قصاص ہی لینا چاہتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "دیت ہی لے لو۔ اسی میں اللہ تم کو برکت دے گا"۔ نیز یہ وجہ بھی قابلِ لحاظ ہے کہ ایسے حالات میں قصاص ظلم سے خالی نہ ہوگا۔ کیونکہ قصاص میں بعینہٖ اسی قدر عضو کاٹنا ممکن نہیں ہے، جو جُرم کے نتیجے میں کٹ گیا۔ ہاں البتہ جُرم کے نتیجے میں عضو جوڑ سے کٹ گیا ہو یا کسی ایسی جگہ سے کٹ گیا ہو جہاں کٹنے کا عمل جا کر رک سکتا ہو تو اس صورت میں قصاص نافذ ہو سکے گا۔[1]

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اگر قصاص پورے کا پورا نافذ العمل نہ ہو تو جو حصہ جرم کے نتیجے میں ضائع ہوا کیا اس سے کم تر حصے میں اُسے نافذ کر دیا جائے گا؟ مثلاً اگر جُرم کے نتیجے میں ناک کی ہڈی اور گوشت کا اگلا

---

[1] البدائع، الکاسانی، ج ۷، ص ۳۰۸، اس میں وہ لکھتے ہیں: "اگر مجرم نے ناک کی ہڈی کاٹ لی تو اس میں قصاص نہیں ہے کیونکہ وہ ہڈی ہے اور ہڈی میں قصاص نہیں ہوتا"۔ ص ۲۹۸: "بازو میں کلائی کہنی اور کاندھے کے جوڑ ہوتے ہیں اور پاؤں میں ران کا جوڑ، . . . . . اور جو جوڑ کے بجائے کسی اور جگہ سے کٹ جائے اس میں قصاص نہیں ہے"۔ —— کشاف القناع عن متن الاقناع، ج ۳ ص ۳۷۴ —— نیز دیکھیے المدونۃ الکبریٰ، ج ۱۶ ص ۱۲۳ طبع السعادۃ مصر ۱۳۰۳ھ۔ بدایۃ المجتہد، ابن رشد، ج ۲ ص ۳۷۱ —— مواہب الجلیل، ج ۶ ص ۲۴۲، ۲۴۸ طبع اولیٰ ۱۳۲۹ھ، مطبع السعادۃ مصر" امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر مجرم پوری ناک کی ہڈی اور اگلا حصہ (مارن) کاٹ دے تو اس میں قصاص ہوگا، ایسی صورت میں مجرم کی پوری ناک، ہڈی اور اگلا نرم حصہ (مارن) کاٹ دیا جائے گا۔ کیونکہ ناک کو ہڈی سے کاٹنا ممکن ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک ہڈیوں میں بھی قصاص کا اجرا ہوگا بشرطیکہ وہ ممکن العمل ہو۔ اس لیے ان کے نزدیک نصف بازو میں بھی قصاص جاری ہوگا، اگر نصف کا کاٹنا ظلم و تعدی کے بغیر ممکن ہو لیکن اگر خطرہ زیادہ ہو جیسا کہ سینے، گردن، ران اور پیٹھ کی ہڈیوں کی صورت میں ہو سکتا ہے تو اس صورت میں قصاص کا اجراء نہ ہوگا۔

⁂

حصہ دونوں جاتے رہیں تو کیا قصاص میں صرف اگلا حصہ (مارن) ہی کاٹ لیا جاتے؟ یا ہتھیلی کٹی ہو تو اس کے بدلے میں صرف انگلیاں کاٹ دی جائیں یا اگر بازو کا بالائی حصہ (UPPER ARM) کٹ گیا ہو تو اس کے بدلے میں کہنی سے بازو کاٹ دیا جائے؟ بعض فقہاء مثلاً امام شافعیؒ اور بعض حنابلہؒ نے اسے جائز سمجھا ہے کیونکہ قصاص لینے والا اس صورت میں اپنا حق پورا نہیں لے سکتا۔ صرف یہی صورت ممکن ہے کہ وہ اپنے حق سے کم پر راضی ہو۔ اس طرح یہ صورت چہرے اور سر کے ان زخموں (شجاج) کے قصاص کے مماثل ہو گی جن میں "ہاشمہ" کا قصاص "موضحہ" کی صورت میں لیا جاتا ہے، یعنی جن میں مجرم کے جرم کے نتیجے میں سر کی ہڈی ٹوٹ جائے تو قصاص لینے والا صرف اس حد تک مجرم کو زخمی کر سکتا ہے کہ ہڈی ظاہر ہو جائے[۱]۔ اب اس قصاص کے بعد جو حصہ رہتا ہے متضرر اس کے بارے میں غیر مقرر تاوان (UNPRESCRIBED DAMAGES) کا حقدار ہے۔ کیونکہ وہ اس حصے کا قصاص نہیں لے سکتا۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ باقی حصے میں اسے تاوان کا حق نہیں دیا جا سکتا۔ اگر یہ حق دیا جائے تو اس طرح ایک ہی عضو میں دو سزائیں قصاص و معاوضہ جمع ہو جائیں گی[۲]۔

میرے خیال میں بھی یہی رائے زیادہ مناسب ہے۔ اس لیے کہ قصاص میں ممانعت صرف اس بات کی ہے کہ

---

۱ اسلامی قانون میں سر اور چہرے پر آنے والے زخموں کو "شجاج" کہتے ہیں۔ ان کی گیارہ اقسام ہیں، جن کا ذکر اپنی جگہ آئے گا۔ ان میں سے ہاشمہ سر کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں ہڈی تو ٹوٹ جائے لیکن اپنی جگہ یہ قائم رہے اور "موضحہ" اس زخم کو کہتے ہیں جس میں گوشت اس قدر جدا ہو جائے کہ ہڈی صاف نظر آئے لیکن ہڈی پر چوٹ نہ آئے۔ (مترجم)

۲ نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، ج ۷، ص ۱۳۰۔ اس میں لکھتے ہیں: "متضرر کا یہ حق ہے کہ جہاں سے اس کا عضو کٹا ہے وہ اس کے قریب تر جوڑ سے بدلے میں مجرم کا عضو کاٹ لے۔ بشرطیکہ پورا قصاص لینا ممکن نہ ہو، کیونکہ اس شکل میں پورے حق میں سے ایک حصہ اُسے مل جاتا ہے لہٰذا جزوی سزائے قصاص کا اجراء بھی جائز ہوگا۔ اور جس حصے میں نفاذ قصاص ممکن نہ ہو اس میں اُسے حصول تاوان کا حق ہوگا" — المہذب، شیرازی: ج ۲ ص ۱۹۲، ۱۹۳: مطبع البابی حلبی، قاہرہ ۱۳۴۳ھ — المغنی، ابن قدامہ، ج ۹ ص ۴۱۶ اور اس کے بعد — الشرح الکبیر، ج ۹ ص ۴۲۹۔

مجرم کے فعل سے متضرر کو جس قدر مضرت پہنچی ہے اس سے زاید بدلہ نہ لیا جائے۔ لیکن قصاص میں اگر پورا بدلہ لینے کے بجائے جزوی جزاء ممکن ہو، تو اجرائے قصاص میں کوئی مانع نہیں ہے۔ اور اس کے برعکس اگر یہ کہا جائے کہ اس صورت میں قصاص سرے سے ساقط ہو گا تو مجرمین کے لیے سزا سے بچنے کے قانونی راستے فراہم ہو جائیں گے۔ اور وہ قصاص کے نفاذ سے بچنے کے لیے متضرر کو اس طرح نقصان پہنچائیں گے جس کا بدلہ لینا ممکن نہ ہو۔ وہ یہ کوشش کریں گے کہ جوڑوں کے بجائے دوسری جگہوں سے اعضاء کو کاٹیں۔

اگر ریڑھ کی ہڈی کو کسی جرم کے نتیجے میں مضرت پہنچے۔ مثلاً پشت جھک جائے تو اس میں بھی قصاص کا نفاذ نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ اس میں بعینہٖ ویسی مضرت پہنچانا ممکن نہیں ہے۔ اگر سزا نافذ کی جائے تو اس میں اس بات کی ضمانت نہیں دی جا سکتی کہ مجرم کو اسی قدر نقصان پہنچے گا جس قدر اس نے متضرر کو پہنچایا۔[1]

اگر جرم کے نتیجے میں متضرر کی پلکیں ضائع ہو جائیں، تو امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ اور بعض دوسرے حضرات کا یہ خیال ہے کہ اس میں بھی قصاص نہیں ہے کیونکہ پلکوں میں سزا نافذ کرتے وقت کسی معلوم حد تک جا کر رکنا ممکن نہیں ہے لہٰذا اس صورت میں جرم کے برابر سزا دینا ممکن نہ ہو گا۔ لیکن امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور بعض دوسرے علماء کی رائے یہ ہے کہ پلکوں وغیرہ میں بھی سزائے قصاص جاری ہو گی۔ کیونکہ یہ زخم ہے اور وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ (اور سارے زخموں میں قصاص واجب ہے) ایک منصوص حکم ہے۔ نیز پلکوں کی ایک مقررہ حد ہے لہٰذا اس کی حیثیت ایک جوڑ کی سی ہو گی اور یہ ممکن ہو گا کہ اس میں قصاص نافذ کیا جائے[2] اور ضرر کا پورا پورا بدلہ لیا جائے۔

فوطوں کے بارے میں ایسا ہی اختلاف منقول ہے۔ بعض علماء قصاص کے قائل نہیں ہیں کیونکہ ان کی کوئی

---

[1] البدائع، الکاسانی، ج ۷، ص ۳۱۱ لکھتے ہیں: "اگر مار کے نتیجے میں کمر منحنی ہو جائے اور گودا ٹوٹ جائے"۔ یعنی اس صورت میں بھی قصاص نہ ہو گا۔

[2] البدائع، الکاسانی، ج ۷، ص ۳۰۸ اس میں لکھتے ہیں: "پلکوں میں قصاص نہیں ہے کیونکہ اس میں جرم کے برابر سزا نافذ نہیں ہو سکتی"۔ —— مواہب الجلیل، ج ۶، ص ۲۴۳ —— المغنی، ابن قدامہ، ج ۹ ص ۴۲۳ —— نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، ج ۷، ص ۳۰۰ —— المہذب، الشیرازی، ج ۲، ص ۱۹۱۔

ایسی انتہائی حد نہیں ہے جہاں سزا جا کر رک سکتی ہو۔ امام ابو حنیفہؒ اسی طرف گئے ہیں جبکہ امام شافعیؒ اور بعض حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ ان میں قصاص ممکن ہے۔ دلیل وہی ہے کہ آیت میں "زخموں کا بدلہ زخم" ہے نیز یہ کہ فوطوں کی ایک مقررہ حد ہے جہاں تک جا کر سزا رک سکتی ہے۔ لہٰذا بغیر کسی ظلم و زیادتی کے سزا جاری ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ایک فوطہ کاٹ دے اور ماہرین یہ رائے دیں کہ دوسرے کو نقصان پہنچائے بغیر ایک کا کاٹ نکالنا ممکن ہے، تو قصاص جاری ہوگا اور اگر اس بات کا ڈر ہو کہ ایک کے کاٹنے سے دوسرا ضائع ہو جائے گا تو اس صورت میں قصاص ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر قصاص نافذ کریں تو سزا جرم سے زیادہ ہو جائے گی۔ حالانکہ قصاص میں یہ ضروری ہے کہ سزا جرم کے برابر ہو۔[۱]

جیسا کہ اس پوری بحث سے معلوم ہو جاتا ہے، فریقین کے درمیان اختلاف اس شرط میں نہیں ہے کہ جرم کے برابر سزا دینے کا امکان ضروری ہے یا نہیں۔ اسے دونوں فریق ضروری سمجھتے ہیں۔ اختلاف اگر ہے تو اس میں ہے کہ فلاں فلاں عضو میں یہ شرط پائی جاتی ہے یا نہیں۔

اگر کسی کی دست درازی کے نتیجے میں آنکھ پھوٹ جائے یا بیٹھ جائے اور اس کی سیاہی ( PUPIL OF THE EYE ) چلی جائے تو اس میں بھی حسب سابق اختلاف ہے۔ ایک فریق کی رائے یہ ہے کہ اس میں قصاص نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں اس بات کا امکان نہیں ہے کہ مجرم سے بغیر ظلم و زیادتی کے اسی قدر بدلہ لیا جائے جس قدر اس کا جرم ہے۔ کیونکہ اس امر کا خطرہ ہے کہ قصاص کی سزا صرف آنکھ کے پھوٹنے یا بیٹھ جانے ( SINK DOWN ) تک محدود نہ رہے۔ اور مجرم کے جرم اور قصاص میں مماثلت نہ رہے۔ ایک دوسرے فریق کی رائے یہ ہے کہ اس میں بھی قصاص جاری ہوگا۔ کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا زخم ہے اور تمام زخموں میں قصاص واجب ہے۔ نیز یہ کہ آنکھ پھوڑنے کی ایک مقررہ حد ہے۔ اور وہ ان اعضاء کے مماثل ہے جو جوڑ رکھتے ہیں۔

---

[۱] البدائع۔ الکاسانی، ج ۷، ص ۳۰۸: فوطوں میں قصاص نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی کوئی ایسی معلوم حد اور جگہ نہیں ہے، جہاں سزا رک جائے۔ لہٰذا جرم اور سزا کے درمیان مماثلت نہ رہے گی ـــــــ المغنی، ج ۹ ص ۴۲۶ کشاف القناع عن متن الاقناع۔ ج ۳۔ ص ۸، ۳ ـــــــ نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، ج ۷، ص ۳۰، ۳۱۔

لہٰذا دونوں میں مماثلت ہوگی اور اس بات کا امکان ہوگا کہ جرم کے مطابق سزا دی جائے۔[1]

زبان اور جنسی اعضاء کے کٹنے کی صورت میں بھی یہی اختلاف ہے۔ فقہاء کا ایک گروہ یہ رائے رکھتا ہے کہ اس میں جرم کے مطابق سزا دینا غیر ممکن ہے۔ کیونکہ یہ اعضاء سکڑتے اور پھیلتے رہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اسی طرف گئے ہیں، امام شافعیؒ اور دوسرے حضرات یہ کہتے ہیں کہ ان میں قصاص واجب ہے کیونکہ ان اعضاء کی ایک انتہائی حد ہے جہاں جا کر سزا رک سکتی ہے۔ یہ حد جوڑ کی طرح متصور ہوگی اور قصاص کا نفاذ بغیر کسی ظلم اور زیادتی کے ممکن ہوگا۔ نیز یہ جرم ایک قسم کا زخم ہے اور تمام زخموں میں قصاص از روئے نص واجب ہوتا ہے۔

(باقی)

---

[1] البدائع، الکاسانی، ج ۷ ص ۳۰۸۔ لکھتے ہیں: "اگر آنکھ بیٹھ جائے تو اس میں قصاص نہیں ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مجرم کی آنکھ قصاص کے نتیجے میں نہ بیٹھے۔ لہٰذا وہ متضرر کے مماثل نہ ہوگا" ——— المغنی، ابن قدامہ، ج ۹ ص ۴۱۲ لکھتے ہیں: "اگر اس نے متضرر کی آنکھ کو انگلی سے نکال دیا ہو تو متضرر کے لیے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ انگلی سے اس کی آنکھ نکال دے کیونکہ دونوں صورتوں میں مماثلت ممکن نہیں ہے" ——— مواہب الجلیل، ج ۶ ص ۲۴۸ - ۲۴۹ ——— کشاف القناع عن متن الاقناع، ج ۳ ص ۵۰۳ ۔ نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، ج ۷ ص ۳۰۔ اس میں وہ کہتے ہیں کہ آنکھ پھوڑنے میں قصاص واجب ہے کیونکہ اس کی ایک مقررہ حد ہے اور وہ ایسے اعضاء کے مانند ہے جو جوڑ رکھتے ہیں۔